وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ (القرآن)

اَلْاَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ (حدیث)

فتنہ انکار حیات

تالیف:

جناب چوہدری محمد سرفراز خان رحمۃ اللہ علیہ
کالرہ دیوان سنگھ گجرات

مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُہٗ

جو میری قبر پر درود پڑھے میں خود سنتا ہوں۔

(مشکوٰۃ) ۔ ص ۸۷ ج ۱

مرحوم

فتنہ انکارِ حیات

چوہدری محمد سرفراز خان
گالرہ دیوان سنگھ گجرات

قیمت ۔۔ ۔۔ ۲ آنے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفصیلی فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(حرفے چند)

چوہدری محمد سرفراز خان صاحب کامرہ دیوان

پیدائش:۱۸۹۶ء ...... وفات:۱۴؍جنوری ۱۹۸۷ء

کالرہ دیوان سنگھ ضلع گجرات کے چوہدری محمد سرفراز خان نے ''فتنہ انکار حیات النبی ﷺ'' کے نام پر ایک کتابچہ تحریر کیا جو اشاعتی حضرات کے کسی اشتہار کا جواب تھا۔ اس مجموعہ میں یہ بھی شامل اشاعت ہے۔(ناشر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ اوّل

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم!

حمد و ثناء باری تعالیٰ اور نعت محمد مصطفیٰ ﷺ کے بعد بندہ ناچیز عرض پرداز ہے کہ مسلمان آئے دن کسی نہ کسی فتنہ میں مبتلا ہوتے رہتے ہیں کوئی وقت تھا کہ عرب میں خوارج اور معتزلہ نے سر اٹھایا اور ترقی اسلام کو کافی نقصان پہنچایا۔ پھر ہندوستان میں انگریز نے چال چلی۔ پہلے وہابیت کا ڈھونگ رچایا پھر قادیانیت کا فتنہ پھیلایا۔ آہستہ آہستہ یہ سب مدھم پڑتے چلے گئے۔ تو آج انکار حدیث کا فتنہ بڑے زور شور سے اٹھا۔ اس کی روک تھام کے لیے علماء حق کمربستہ ہوئے۔ لیکن اب ایک اور فتنہ نمودار ہوا ہے۔ جس میں عوام الناس کو الجھانا خطرے سے خالی نہیں وہ فتنۂ انکار حیات ہے۔

میں حیران ہوں کہ اس فتنہ کو ہوا دینے والی ایسی ہستیاں ہیں جو ملک بھر میں توحید کے اعلان و بیان میں مسلمہ ہیں۔ یعنی سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری خطیب جامع مسجد کالری دروازہ گجرات اور مولوی غلام اللہ صاحب[1] مہتمم مدرسہ تعلیم القرآن راولپنڈی، ان دونوں حضرات نے فتنہ کھڑا کیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ نہیں۔ حتیٰ کہ جو اہل سنت والجماعت کا مسلمہ اجماعی عقیدہ چلا آرہا ہے کہ حضور ﷺ حیات النبی ہیں اور قبر مبارک پر درود و سلام پڑھنے والے کا درود و سلام سنتے اور جواب دیتے ہیں۔ اس سے بھی ان کو انکار ہے۔

لہٰذا میرے فرزند ارجمند چوہدری بشیر احمد سب پوسٹ ماسٹر وزیر آباد شہر نے شاہ صاحب کی خدمت میں حضور ﷺ کی حیات برزخی کے بارہ میں دریافت کرتے ہوئے تحریر کیا۔ جس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

---

[1] مولوی غلام اللہ خان صاحب تو تائب ہو گئے ہیں اور انہوں نے اس امر کو تسلیم کر لیا ہے کہ جو حضور ﷺ کے روضہ اقدس پہ درود و سلام پڑھے وہ خود حضور ﷺ سنتے ہیں۔ اب رہے سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری تو وہ ایک ضدی انسان ہیں۔ وہ اب کئی قسم کی مکاریوں سے کام لے رہے ہیں یعنی جھوٹے اشتہار جاری کر رہے ہیں۔ سو جھوٹ بولنے سے بھی جھوٹ پھر جھوٹ ہی رہے گا۔ افسوس وہ خدا سے ڈرتے اور اپنی اصلاح کر لیتے ورنہ وہ دن دور نہیں جب انہیں خدا کے حضور پیش ہونا پڑے گا۔ تو پھر کیا جواب دیں گے؟

انگریزی زبان کا محاورہ ہے: "too much of everything is bad" کہ ہر چیز کا حد سے بڑھ جانا برا ہے۔ شاہ صاحب کا بھی یہی حال ہے کہ وہ توحید کا دعوٰی کرتے کرتے حد سے بڑھ گئے اور انہیں رسالت میں نقائص نظر آنے لگے۔ توحید میں حد سے بڑھ جانے کی وجہ سے صابئین گمراہ ہوئے ان کا یہ عقیدہ تھا کہ خدا کی ذات اس قدر بلند ہے کہ وہاں تک انسان کی رسائی ناممکن ہے اس تک فرشتے تو پہنچ سکتے ہیں مگر انسان نہیں پہنچ سکتا۔ یہی وجہ ہوئی جو انہوں نے بشری رسالت کا انکار کر دیا اور کہنے لگے "ابشر یھدوننا" کیا ایک بشر ہماری ہدایت کرے گا۔ "فکفروا" تو کافر ہو گئے۔ یہی کفار مکہ کا خیال تھا۔ بظاہر یہ عقیدہ بھلا معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی ذات بہت بلند ہے جہاں بشر کی رسائی نہیں۔ مگر خدا نے چونکہ بشر کو خود رسول بنا کر بھیجا۔ اس لیے اس عقیدہ کو کفر سے تعبیر کیا اور حضور ﷺ کی زبان مبارک سے اعلان کروا دیا کہ ان عقل کے اندھوں کو فرما دیجئے "قل انما انا بشر مثلکم" اس میں کوئی شک نہیں کہ میں بھی تمہاری طرح کا بشر ہوں اور میرا تمہارا ایک ہی خدا ہے۔

مگر باوجود انسان ہونے کے "یوحی الیّ" مجھ پر وحی ہوتی ہے یعنی میں اللہ کا رسول ہوں اور اس سے خاص تعلق رکھتا ہوں۔

اسی طرح شاہ صاحب کو بھی دھوکا ہوا ہے۔ مگر یاد رہے کہ حضور ﷺ کی شان میں ذرا سی گستاخی ان کے تمام گزشتہ اعمال صالحہ کو برباد کر کے رکھ دے گی۔ خدا کرے شاہ صاحب بھی اپنے ساتھی غلام اللہ خان صاحب کی طرح سمجھ جائیں اور عاقبت برباد ہونے سے بچ جائیں۔ آمین!

"اور مردے تو نہیں سنتے مگر حضور ﷺ کی حیات اس قدر بلند ہے کہ حضور ﷺ نے خود فرمایا "من صلّی علی عند قبری سمعته و من صلّی نائیا ابلغته" یعنی جو کوئی میری قبر پر درود و سلام پڑھے میں اسے سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھے (ملائکہ سیاحین کے ذریعے) پہنچایا جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف) کیا آپ اس حدیث کی صحت کے قائل ہیں؟ اور حضور ﷺ کو حیات مانتے ہیں۔ آپ کو کوئی اعتراض ہے؟ اور اہلسنت کا یہ عقیدہ بتایا جاتا ہے کہ آپ حیات ہیں آپ اس کی کیا تشریح کرتے ہیں؟

اس کے جواب میں شاہ صاحب نے تحریر فرمایا۔ "من صلّی عند قبری" الحدیث۔ یہ روایت صحیح نہیں اس کے بعض راوی کذاب اور بعض ضعیف اور بعض مجہول ہیں۔

اس پر میں نے خود ایک استفتاء حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب صدر مدرس دارالعلوم کراچی اور ایک جناب مولانا محمد ادریس صاحب شیخ الحدیث والتفسیر جامعہ اشرفیہ لاہور کی خدمت میں ارسال کیا اور یہ اس لیے کیا کہ سید عنایت اللہ شاہ صاحب بھی انہی حضرات کے شاگردوں میں سے ہیں۔ لہٰذا استفتاء اور جوابات کی نقل حسب ذیل ہے۔

استفتاء

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

مجھے افسوس سے لکھنا پڑا ہے کہ آج حنفی مسلمانوں کے کئی گروہ ہو رہے ہیں اور بجائے اتحاد و سلوک کے اور اعمال صالح کے فضول بحثوں میں مشغول و مبتلا ہو رہے ہیں۔ خدا ہمارے حال پر رحم کرے۔

یہاں گجرات میں میرے ایک دوست اچھے خاصے عالم اور خطیب جامع مسجد ہیں۔ دیوبند کے فارغ التحصیل ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ حدیث "من صلّی علی عند قبری سمعته" مشکوٰۃ۔ صحیح نہیں۔ اس کے بعض راوی کذاب اور بعض ضعیف اور بعض مجہول ہیں۔ اس حدیث کی صحت اور عدم صحت پر روشنی ڈالیں۔

نیز یہ جو ہمارا اہل سنت مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ حیات النبی ہیں جیسا کہ شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات میں اور نواب قطب الدین صاحب محدث دہلوی نے مظاہر حق شرح مشکوٰۃ میں تحریر فرمایا ہے کہ عقیدہ ہے اہل السنت جماعت کا کہ آنحضرت ﷺ زندہ ہیں عالم برزخ میں اسی لیے حیات النبی کہتے ہیں۔ اس کا صحیح مفہوم کیا ہے۔ مجھے لمبی بحث کی ضرورت نہیں صرف اس کے چند دلائل کتاب و سنت اور اجماع امت سے تحریر کر کے ممنون فرمائیں اور اللہ تعالیٰ سے اس کا اجر چاہیں۔ فقط والسلام

نوٹ: دلائل کے لیے کتاب و سنت اور اجماع امت کے ساتھ اکابر دیوبند کا عقیدہ بھی تحریر کریں اور کیا مندرجہ بالا حدیث کو نہ ماننے والا اور حضور ﷺ کے حیات النبی ہونے کا منکر دیوبندی ہے؟

احقر العباد، محمد سرفراز خاں اکاؤنٹینٹ
گجرات پنجاب بس لمیٹڈ گروپ بی، گجرات

الجواب

برادر مکرم بعد تحیۂ مسنونہ!

آنکہ حیات انبیاء بے شمار احادیث صحیحہ سے جس پر حضرات محدثین نے مستقل کتابیں لکھی ہیں اور اسی پر تمام علمائے امت کا اجماع ہے۔ غرض یہ کہ یہ اجماعی مسئلہ ہے چند خودرائے مقررین کی تقریروں سے مسئلہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ والسلام!

محمد ادریس کان اللہ لہ

مندرجہ استفتاء حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب صدر دارالعلوم کراچی کی خدمت میں بھی ارسال کیا گیا تھا۔ جس جواب درج ذیل ہے۔

الجواب

اس مسئلہ میں عوام کا یہ اجمالی عقیدہ کہ نبی کریم ﷺ اور تمام انبیاء علیہم اپنی قبروں میں زندہ ہیں ان کے ایمان اور نجات کے لیے کافی ہے ان کے ذہنوں کو اس کی تفصیلات میں الجھانا مناسب نہیں۔ جمہور امت کا عقیدہ اس مسئلہ میں یہی ہے کہ آنحضرت ﷺ اور تمام انبیاء علیہم برزخ میں جسد عنصری کے ساتھ زندہ ہیں ان کی حیات برزخی صرف روحانی نہیں بلکہ جسمانی حیات ہے جو دنیاوی کے بالکل مماثل ہے۔ بجز اس کے کہ وہ احکام کے مکلف نہیں ہیں۔ بلکہ ان کی حیات برزخی کے کچھ آثار بعض دنیاوی احکام میں بھی باقی ہیں۔ مثلا میراث کا تقسیم نہ ہونا۔ ان کی ازواج مطہرات سے بعد وفات کسی کا نکاح جائز نہ ہونا۔ متقدمین میں امام بیہقی رحمہ اللہ کا اور متاخرین میں شیخ جلال الدین سیوطی کا مستقل رسالہ اس مسئلہ کی توضیح کے لیے کافی ہے۔ جن میں روایات حدیث پوری تنقیح کے ساتھ درج ہیں۔ بیہقی نے فرمایا ہے "والحیاۃ الانبیاء بعد موتھم شواھد من الاحادیث الصحیحۃ" اس میں تصریح ہے کہ موت کے بعد ان کی حیات احادیث صحیح سے ثابت ہے۔ مجملہ ان کے مشکوۃ شریف کی یہ حدیث "من صلی علی عند قبری سمعتہ" صحیح ہے اور یہ ظاہر ہے کہ موت صرف جسم پر آتی ہے۔ روح پر نہیں اس لیے حیات بعد الموت وہی ہو سکتی ہے جس میں جسم بھی شریک ہو۔ اس حیات کو صرف روحانی کہنے کے کچھ معنی نہیں اور شفاء السقام میں امام حدیث وفقہ تقی الدین سبکی نے اپنی کتاب کا نواں باب اسی مسئلہ کی تحقیق کے لیے لکھا ہے اس میں انبیاء علیہم کے لیے بعد وفات حیات جسمانی حقیقی ثابت کرنے کے لیے فرمایا ہے۔

"وقد ذکرناہ من جماعۃ من العلماء وشھد لہ صلوۃ موسیٰ علیہ السلام فی قبرہ فان الصلوۃ یستدعی جسدا حیاو کذالک الصفات المذکورۃ فی الانبیاء لیلۃ الاسراء کلھا صفات الاجسام ولا یلزم من کونھا حیاۃ حقیقۃ ان یکون الابدان معھا کما کانت فی الدنیا من الاحتیاج الی الطعام والشراب والامتناع عن النفوذ فی الحجاب الکثیف وغیر ذالک من الصفات الاجسام التی نشاھدھا بل قد یکون لھا حکم آخر فلیس فی العقل مایمنع من اثباۃ الحیاۃ الحقیقۃ لھم" (شفاء السقام ص ۱۲۳)

اس کے بعد شہداء کی حیات برزخی پر بحث کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ ''فلم یبق الا انها حیاۃ حقیقة الآن وان الشهداء احیاء حقیقة وهو قول جمهور العلماء لکن هل ذالک للروح فقط او للجسد معها فیه قولان'' اس کے بعد قول ثانی کو ترجیح دی ہے کہ یہ حیات حقیقی صرف روح کے لیے نہیں بلکہ جسد کے لیے بھی ثابت ہے اور ظاہر ہے کہ جب عام شہداء امت کے لیے برزخ میں حیات حقیقی جسمانی ثابت ہے تو انبیاء علیہم کی حیات ان سے اعلیٰ اور اقوی ہی ہوگی۔ خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم کی حیات بعد الموت حقیقی جسمانی مثل حیاۃ دنیاوی کے ہے۔ جمہور امت کا یہی عقیدہ ہے اور یہی عقیدہ سب بزرگان دیوبند کا ہے۔ مسئلہ ہذا کی تحقیق میں یہ بھی آچکا ہے اور صرف حیات روحانی کا قول جمہور علماء امت کے خلاف ہے اور یہ ظاہر ہے کہ دیوبندیت کوئی مستقل مذہب نہیں۔ سلف صالحین اور جمہور اہل سنت والجماعت کے مکمل اتباع ہی کا نام دیوبندیت ہے۔ جو عقیدہ جمہور اہل سنت کے خلاف ہے وہ دیوبندیت کے بھی خلاف ہے۔ فقط'' واللہ اعلم وعلمہ اتم''

احقر العباد دستخط نائب مفتی دارالعلوم کراچی نمبر ۱۔ ۲۸/ ۴/ ۱۹۸۱ء

الجواب صحیح، رشید احمد عفی عنہ۔ ۳۰/ ۴/ ۱۹۸۱ء

اصول دین

اب راقم الحروف عرض پرداز ہے کہ دین اسلام میں احکام خداوندی کو پورے طور پر سمجھنے کے لیے علمائے امت نے چار اصول وضع فرمائے ہیں۔ یعنی کتاب، سنت اور اجماع وقیاس۔

اگر کوئی مسئلہ کتاب یعنی قرآن میں نہ ملے تو اصل دوم سنت سے رہنمائی حاصل کی جائے گی اور اگر ان دونوں میں بھی نہ ملے تو اجماع امت کا اتباع لازم ہو جائے گا اور قیاس تو کتاب وسنت ہی پر کیا جاتا ہے جو کسی آیت قرآنی پر قیاس کیا جائے وہ قیاس جلی کہلاتا ہے اور جو کسی حدیث کی روشنی میں قیاس سے کام لیا جائے اسے قیاس خفی کہتے ہیں۔ ان سب کی تشریح اور مثالیں بیان کرنے کا یہ موقع نہیں صرف اس قدر عرض کر دینا ضروری ہے کہ یہ مسئلہ حیاۃ الانبیاء فی القبور ایک مسلمہ اور متفق علیہ اجماعی مسئلہ ہے۔ لہذا جمہور علمائے امت کا اتباع لازم ہے۔ ورنہ اہل سنت جماعت کا مخالف بدعتی ہوگا۔

امت محمدیہ میں دو ہی قسم کے آدمی صراط مستقیم پر کامزن ہو سکتے ہیں۔ ایک مجتہد اور دوسرا کسی مجتہد کا مقلد۔ جو شخص علم میں اجتہاد کے رتبہ کو پہنچ جائے۔ جس کی چند شرائط ہیں تو اس کے لیے تقلید ضروری نہیں۔ مگر جو شخص مجتہد نہ ہو اور وہ تقلید بھی نہ کرے اور اپنے خیالات سے قرآن وحدیث سے ایک نئی راہ نکالے وہ خود بھی گمراہ ہوگا اور جو اس کی پیروی کریں گے وہ بھی گمراہ ہوں گے۔

یاد رہے کہ اس کا حکم خود خدا نے قرآن میں دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: ''فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون'' اگر تم کسی مسئلہ کو نہ جانتے ہو تو اہل ذکر یعنی جاننے والوں سے دریافت کر لیا کرو اور یہ جاننے والے مجتہد ہیں۔

اب رہا یہ مسئلہ حیات الانبیاء کا تو یہ حضرات مجتہدین متقدمین اور متاخرین میں متفق علیہ رہا ہے اس میں کسی مجتہد کا اختلاف ثابت نہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ جس کسی نے مجتہد نہ ہونے کی صورت میں اپنے علم پر اعتماد کرتے ہوئے کتاب وسنت سے استدلال اور اجتہادی مسائل میں گفتگو کی تو اس نے ہمیشہ ٹھوکر کھائی اس کی بے شمار مثالیں تاریخ میں ملتی ہیں خوارج معتزلہ زمانہ قدیم میں اور مرزائی پرویزی زمانہ حال میں اسی زعم باطل سے گمراہ ہوئے۔

اس مسئلہ پر علامہ خالد محمود صاحب سیالکوٹی نے ایک جامع کتاب ''مقام حیات'' نامی تحریر فرمائی ہے۔ جس کا راقم الحروف نے بھی مطالعہ کیا ہے۔ اس مسئلہ پر ایک بحر زخار ہے۔ یہ بندہ حقیر وناچیز ہر مسلمان کو اس کے مطالعہ کی ترغیب دیتا ہے۔ اس میں ایک نہیں دو نہیں سینکڑوں دلائل وحوالہ جات درج ہیں۔ ان سب کو ایک دفعہ پڑھ لینے کے بعد کوئی بدبخت مسلمان ہی انکار کر سکتا ہے۔ ورنہ میرے خیال میں اگر منکرین حیات بھی بہ نظر انصاف دیکھیں گے تو سوائے تسلیم کے چارہ نہ ہوگا۔

کتاب مذکورہ چونکہ علمی ہے اور ضخیم بھی۔ لہٰذا اس اجماعی عقیدہ کو عوام تک پہنچانے اور نوزائیدہ پراگندہ خیالات سے بچانے کے لیے مندرجہ بالا فتوے کی اشاعت کا اہتمام کیا گیا ہے اور اس کے ساتھ چند دلائل کا کتاب وسنت اور اجماع امت سے اضافہ اس لیے کیا گیا ہے کہ اتمام حجت کا کام دے۔ خدا شاہد ہے کہ اس دردسری اور جرات سے محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور اس کے سادہ لوح بندوں کی خیرخواہی مقصود ومطلوب ہے۔ (اقبال کا شعر)

خداوندا یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں   کہ سلطانی بھی عیاری ہے درویشی بھی عیاری

مقدمہ

جب ہم قرآن وحدیث کا مطالعہ کرتے ہیں تو بے شمار واقعات ہمارے سامنے آتے ہیں۔ جن میں انبیاء علیہم عام انسانوں سے متمیز نظر آتے ہیں۔ وہ واقعات شاہد عادل ہیں کہ انبیاء علیہم کی دنیوی زندگی بھی غیر انبیاء کی زندگیوں سے مختلف اور روحانیت میں ارفع واعلیٰ ہوتی ہے قرآن وحدیث سے چند مثالیں مشتے ازخروارے درج ذیل ہیں۔

۱...... حضرت داؤد علیہ السلام ہیں کہ اللہ نے لوہے کو ان کے ہاتھ میں موم کر دیا۔ وہ بغیر آگ میں گرم کرنے کے اس سے زرہ بنایا کرتے تھے۔ پہاڑوں کو حکم دیا کہ ان کے ساتھ صبح وشام تسبیح کیا کرو اور پرندے بھی۔ ''وسخرنا مع داؤد الجبال یسبحن والطیر وکنا فاعلین۔ وعلمناہ صنعۃ لبوس لکم لتحصنکم من باسکم'' (الانبیاء:۷۹)

اور ہم نے داؤد علیہ السلام کے ساتھ تابع کر دیا تھا پہاڑوں کو ان کی تسبیح کے ساتھ وہ بھی تسبیح کیا کرتے تھے اور ہم نے ان کو زرہ بنانے کی صنعت سکھلا دی تھی کہ تمہیں لڑائی میں ایک دوسرے کی زد سے بچائے۔ ''والنا لہ الحدید'' اور ہم نے ان کے لیے لوہے کو نرم کر دیا تھا۔

۲...... حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے ہوا کو تابع کر دیا وہ ان کا تخت جہاں حکم کرتے لے جاتی۔ ایک دن میں ایک ماہ کا سفر طے کر لیتے۔ پرندوں کی بولیاں سمجھتے اور ان سے بات چیت کر لیتے۔ ''ولسلیمان الریح عاصفۃ تجری بامرہ'' اور سلیمان کے لیے ہم نے ہوا کو تابع بنا دیا تھا کہ اس کے حکم سے چلتی تھی اور سلیمان نے ان کو خطاب کر کے فرمایا ''علمنا منطق الطیر'' ہم کو خدا کی طرف سے پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے۔

۳...... حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کفار آگ میں ڈالتے ہیں۔ وہ آگ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر کچھ اثر نہیں کرتی کیونکہ اسے حکم خداوندی مل چکا ہے۔ "قلنا یانار کونی بردا وسلاما علی ابراھیم" یعنی اے آگ ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی ہو جا۔

۴...... حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو پانی کی ضرورت پڑتی ہے تو وہ پتھر پر اپنا عصا مارتے ہیں جس سے بارہ چشمے بہہ نکلتے ہیں۔ بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے تھے۔ ہر قبیلہ اپنے لیے ایک گھاٹ بنا لیتا ہے۔ "قلنا اضرب بعصاک الحجر"

۵...... حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی کے زمانہ میں ایک لڑکا اپنے چچا کو دولت حاصل کرنے کی غرض سے قتل کر دیتا ہے اور دعویٰ کرتا ہے دوسرے لوگوں پر۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے حکم سے ایک گائے ذبح کرتے ہیں اور اس کے گوشت کا ایک ٹکڑا لاش پر مارتے ہیں۔ جس سے وہ شخص زندہ ہو جاتا ہے اور بتا دیتا ہے کہ میرا قاتل میرا بھتیجا ہے جس نے لوگوں پر جھوٹا دعویٰ دائر کر رکھا ہے۔ "کذالک یحیی اللہ الموتی"

۶...... حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب آتا ہے کہ وہ اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو ذبح کر رہے ہیں۔ جب وہ خواب کا ذکر بیٹے سے کرتے ہیں تو بیٹا یہ نہیں کہتا کہ ابا جان یہ تو خواب و خیال ہے بھلا باپ بھی بیٹا بھی ذبح کرتے ہیں بلکہ کہتے ہیں ابا جان خوشی کر گزریے جو حکم خداوندی ہوا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے "یا ابراھیم قد صدقت الرؤیا" اے ابراہیم آپ نے اپنا خواب سچا کر دکھایا ہے۔ "رؤیا الانبیاء وحی" (ترمذی) انبیاء کا خواب وحی ہوتی ہے۔

۷...... حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ حج کر رہے ہیں۔ صبح کو صحابہ رضی اللہ عنہم سے ذکر کیا تو چودہ پندرہ سو صحابہ رضی اللہ عنہم تیار ہو گئے اور عمرہ کے لیے مدینہ سے نکل کھڑے ہوئے۔ مقام حدیبیہ پر کفار نے روک لیا اور صلح ہو گئی پھر صلح نامہ کے مطابق دوسرے سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے ساتھ حج کیا۔ اس واقعہ کے متعلق ارشاد خداوندی ہوتا ہے "لقد صدق اللہ رسولہ الرؤیا بالحق" بے شک اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا خواب دکھلایا۔ جو مطابق واقع کے ہے۔ یعنی جیسا خواب میں دیکھا تھا ویسے ہی صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ حج کیا۔

شان مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم

اب شان مصطفوی ملاحظہ ہو:

۸...... آپ جنگ میں کفار کی طرف ایک مٹھی بھر خاک پھینکتے ہیں وہ ہر دشمن کی آنکھ میں پڑتی ہے۔ پھینکتے تو آپ ہیں مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی" یہ خاک آپ نے نہیں پھینکی بلکہ خود اللہ نے پھینکی ہے آپ کے فعل کو اللہ تعالیٰ اپنی طرف منسوب کرتا ہے۔

۹...... حدیبیہ کے مقام پر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے شہید کیے جانے کی خبر پھیل گئی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم سے بیعت لیتے ہیں اس بیعت کے متعلق ارشاد خداوندی ہوتا ہے کہ وہ لوگ جو آپ سے بیعت کرتے ہیں گویا وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ "ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم" (الفتح:۱۰)

۱۰...... آپ کے کلام کے متعلق ارشاد باری ہوتا ہے۔ ''وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی'' (النجم: ۳،۴) یعنی جو کلام آپ ﷺ فرماتے ہیں وہ ہرگز خواہش نفسانی سے نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ اللہ کا کلام وحی الٰہی ہوتا ہے۔

تلک عشرۃ کاملۃ

پھر آپ کا رتبہ بھی قابل غور ہے خدا اپنی ذات کی قسم کھا کر یوں ارشاد فرماتا ہے: ''فلاوربک''

۱۱...... ''لا یؤمنون حتی یحکمونک فی ما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما'' (النساء: ۹۰) یہ کبھی مؤمن نہیں ہو سکتے۔ جب تک اپنے باہمی معاملات میں آپ کو منصف فیصلہ کرنے والا نہ تسلیم کر لیں۔ پھر جو کچھ آپ فیصلہ کریں اس پر اپنے دل میں بھی کوئی تنگی محسوس نہ کریں بہر حال سر تسلیم خم ہو۔

گویا سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے۔کا سا معاملہ ہونا ایمان کے لیے شرط ہے۔

ایک دوسرے مقام پر ارشاد خداوندی ہوتا ہے۔

۱۲...... ''ما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم۔ ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلالا مبینا'' (الاحزاب: ۳۶) کسی مؤمن مرد اور کسی مومنہ عورت کی شان کے شایان نہیں اور نہ یہ ان کو حق حاصل ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملہ کا فیصلہ کر دیں تو پھر اسے اپنے اس معاملے میں خود فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل رہے اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے گا تو وہ صریح گمراہی میں جا پڑا۔

۱۳...... پھر مسلمانوں کو حکم ہوتا ہے: ''یا ایھا الذین آمنوا لا تقدموا بین یدی اللہ ورسولہ واتقوا اللہ ان اللہ سمیع علیم'' (الحجرات: ۱) اے مسلمانو اللہ اور رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ تمہارے سب اقوال کو سننے والا اور اعمال کو دیکھنے والا ہے۔ اس آیت کا مطلب یہ کہ جب تک حضور ﷺ کسی امر کے بارے میں اپنی رائے مبارک ظاہر نہ فرمالیں تم اس وقت تک خاموش رہا کرو۔

۱۴...... اس کے بعد ایک زبردست ڈانٹ آتی ہے۔ ''لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون'' (الحجرات: ۲) مسلمانو خبردار اپنی آوازوں کو پیغمبر کی آواز سے بلند مت کیا کرو اور نہ ہی ان سے ایسی اونچی آواز میں گفتگو کیا کرو۔ جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے گفتگو کرتے ہو۔ ایسا نہ ہو کہ کہیں تمہاری بے خبری میں ہی تمہارے اعمال برباد ہو جائیں۔

۱۵...... آپ تو آپ رہے آپ کی ازواج مطہرات کو ارشاد خداوندی ہوتا ہے۔ ''ینساء النبی لستن کاحد من النساء'' (الاحزاب: ۳۲) اے نبی کی بیویو! تم کسی دوسری عورت جیسی نہیں ہو۔

۱۶...... کوئی آدمی مر جاتا ہے خواہ وہ بادشاہ ہی کیوں نہ ہو اس کی بیوہ سے نکاح ممنوع نہیں مگر حضور ﷺ کی ازواج مطہرات کے متعلق حکم ہوتا ہے۔ ''وما کان لکم ان تؤذوا رسول اللہ ولا ان تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابدا'' تم کو

جائز نہیں کہ رسول اللہ کو ایذا پہنچاؤ اور نہ یہ جائز ہے کہ تم آپ کے بعد آپ کی بیبیوں سے کبھی بھی نکاح کرو۔

۱۷...... روزہ وصال میں دو تین دن کا اکٹھا روزہ رکھ لینا آپ کے لیے مخصوص تھا اور آپ رکھا کرتے تھے۔ آپ کو دیکھ کر صحابہ ﷢ نے بھی روزہ رکھنا شروع کیا تو لگے بے تاب ہونے آپ نے منع کیا اور فرمایا "ایکم مثلی ابیت عند ربی یطعمنی ویسقینی" "تم میں میرا مثل میرے جیسا کون ہے؟ یعنی کوئی نہیں۔ میں تو اپنے رب کے پاس رات گزارتا ہوں جو مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔

۱۸...... آپ فرماتے ہیں۔ میری آنکھیں تو سوتی ہیں مگر دل نہیں سوتا۔ آپ باوضو سوتے اور باوضو اٹھتے اور بغیر تازہ وضو کیے نماز پڑھ لیتے ہمارے لیے اونگھ بھی وضو توڑ دیتی ہے۔ "ان عینی تنامان ولا ینام قلبی" (بخاری ومسلم)

۱۹...... حضور ﷺ نے فرمایا "ما ترکناہ صدقۃ" ہمارا انبیاء کا ترکہ تقسیم نہیں ہوتا بلکہ وہ صدقہ ہے۔

۲۰...... عام انسانوں کا پسینہ بدبودار ہوتا ہے مگر حضور ﷺ کا پسینہ اتنا زیادہ خوشبودار تھا کہ صحابہ ﷢ عطر میں ملا کر خوشبو بڑھاتے تھے۔

جس بزرگ و برتر ذات کی یہ خصوصیات ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں تک فرمادیا ہو کہ اس کی بارگاہ اقدس میں جب بھی گفتگو کرو تو یہ امر ہمیشہ ملحوظ خاطر رہے کہ تم کسی عام انسان سے محو تکلم نہیں ہو۔ بلکہ ایک ایسی عظیم الشان مقدس ذات کے سامنے لب کشائی کر رہے ہو جو انتہائی واجب الاحترام اور قابل تعظیم ہے اور جس کے حضور میں آواز کی ذرا سی شوخی اعمال کی بربادی کا باعث بن سکتی ہے۔ آپ خود ہی غور فرمائیں کہ اگر طرز گفتگو کی معمولی سی بے احتیاطی سے اعمال ضائع ہو سکتے ہیں تو پھر ان لوگوں کا حشر کیا ہوگا۔ جو اپنی آراء اپنے افکار و نظریات اپنے فہم و تدبر اپنے ذوق کو حضور ﷺ کے ارشادات عالیہ پر مقدم رکھتے ہیں۔ کیا ان بدنصیب لوگوں کی اس غلط روش کی وجہ سے ان کے سارے اعمال دریا برد نہ ہو جائیں گے؟

انبیاء ﷩ اور خصوصاً حضور ﷺ کی مندرجہ بالا خصوصیات خوب ذہن نشین کر لیجئے۔ اب ہم عقلی طور پر مقام انبیاء بیان کرتے ہیں۔

مقام انبیاء

جمادات سے نباتات جس قدر بلند ہیں نباتات سے حیوانات جس قدر بلند ہیں اور حیوانات سے انسان جس قدر بلند ہے اسی قدر انبیاء انسانوں سے بلند ہوتے ہیں اور جو نسبت حیوان اور انسان میں ہے وہ نسبت انسان اور انبیاء میں ہے۔ حیوان عقل لے کر نہیں آتا اور انسان عقل لے کر آتا ہے اگرچہ وہ ابتداء میں کتنی ہی کمزور کیوں نہ ہو اور اسی طرح نہ تو انسان میں روح نبوت ہوتی ہے اور نہ ہی وہ روح نبوت کو سمجھ سکتا ہے۔ آیئے اب علم و عمل دونوں کی بنیاد پر اس کی تشریح کرتا ہوں۔

علمی مدارج

۱...... پہلا درجہ یہ ہوتا ہے کہ جب بچہ باتیں کرنے لگتا ہے تو پہلے وہ اشیاء کے نام اماں، ابا، پانی وغیرہ سیکھتا ہے یہ منزل ہیولائی ہے۔

۲...... پھر دوسری منزل پر وہ معلومات کے ذریعے مجہولات کو حاصل کرتا ہے۔ یہ بالملکہ ہے۔
۳...... تیسری منزل پر اشیاء عالم میں سے جس چیز پر وہ غور کرتا ہے اس کی تہ کو پہنچ جاتا ہے اور نتیجہ کو پالیتا ہے کہ عقل بالفعل ہے۔
۴...... اور آخری منزل میں جو سب سے بلند ہے اس میں فکری و نظری اشیاء بدیہات کی حد کو پہنچ جاتی ہیں۔ یہ عقل مستزاد ہے۔

عملی مدارج

انسان قوت واہمہ سے دنیاوی امور میں پھنسا رہتا ہے اور جب غور کرتا ہے تو۔

۱...... اعضاء و جوارح کے افعال کی اصلاح کرتا ہے کہ ان سے کوئی فعل اس وقت تک سرزد نہیں ہوسکتا۔ جب تک کہ اس کے جواز کا حکم شرعی معلوم نہ ہو جائے۔
۲...... دوسرے درجہ پر نفس کے اندر جو خلاف شریعت امور کا شوق باقی رہ جاتا ہے ان کو دور کیا جاتا ہے۔
۳...... تیسرے درجے پر نفس کے بالکل پاک و صاف ہوجانے پر عالم ملکوت کے پردے اٹھنے لگتے ہیں اور انسان ان کی طرف مجذوب ہونا شروع ہو جاتا ہے اور دنیا اور رذائل دنیا کی محبت عالم ملکوت کی محبت کے لیے اپنی جگہیں چھوڑنے لگتی ہیں اور محبت ایک نقطے پر جمع ہو جاتی ہے۔ اس کا نام عشق ہے۔
۴...... انسان کے عملی مدارج کا آخر اور حد یہ ہوتی ہے کہ اس کا دل تمام اشیاء عالم کی محبت سے یکسر خالی ہو جاتا ہے اور اس منزل پر انسان خود سے بے خبر ہو جاتا ہے۔

شان مصطفیٰ ﷺ

عام انسان اور انبیاء میں فرق یہ ہے کہ نبی کی پہلی منزل ہماری چوتھی منزل سے جس میں کہ ہم خود سے بے خبر ہوتے ہیں کے بعد پانچویں منزل سے شروع ہوتی ہے جو کثرت میں وحدت اور خلوت میں جلوت یعنی وہ دو حیثیتوں کے مالک ہوتے ہیں۔ ایک خدا سے متعلق اور دوسرے اس کے بندوں سے ملحق۔ ایک پہلو کے اعتبار سے وہ غرق عشق اور دوسرے پہلو کے لحاظ سے اہل عالم کو ہوشیار کرنے والے ہوتے ہیں اور ہر چھوٹے سے چھوٹا نبی جہاں سے ہمارے مدارج کی انتہاء ہوتی ہے۔ اس کے آگے اس کی ابتداء ہوتی ہے اور وہ ہم کو ان چار منازل میں ہر لمحے پر ہدایت اور رہنمائی کرتا ہے اور اس کے مدارج کے تخیل اور انجام کا تصور ہماری بساط سے وراء ہے اور میں چھوٹے سے چھوٹا نبی اس لیے کہہ رہا ہوں کہ انبیاء علیہم کے مدارج ہیں اور خود قرآن کریم نے فرمایا ہے۔ ''تلک الرسل فضلنا بعضهم علی بعض'' اب سوچئے کہ جب پانچویں منزل سے جس کا پہلا قدم شروع ہوتا ہے وہ کہاں جائے گا اور پھر جلیل القدر انبیاء کے مراتب کا تو تصور ہی کون کرسکتا ہے۔ وہ کیسے ہوں گے ان کی معراج کہاں تک ہوگی اور پھر غور کیجئے کہ وہ کیسا ہوگا اور اس کی شان کیا ہوگی۔ جس کے سامنے تمام انبیاء بھی امتی بننے کو فخر سمجھتے ہیں اور جو قیامت کے دن بھی تمام بنی آدم کا سردار ہوگا۔

حضور ﷺ نے فرمایا۔"انا سید ولد آدم ولا فخر"[1] الحدیث۔کون ہے جو حضور ﷺ کی شان کما حقہ بیان کر سکے۔شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ اس مقام پر اپنے عجز کا یوں اظہار فرماتے ہیں ؎

یاصاحب الجمال ویا سید البشر من وجہک المنیر لقد نور القمر

لا یمکن الثناء کما کان حقہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

مقام انبیاء اور شان مصطفیٰ کے مختصر بیان کے بعد یہ بات کسی قدر ہر ذی عقل کی سمجھ میں آجاتی ہے کہ جب انبیاء علیہم السلام کی دنیوی زندگی ہمارے عقل وفہم سے وراء الوراء ہے تو عالم برزخ میں انبیاء علیہم السلام کی زندگی کیوں نہ ہم سے ارفع اعلیٰ ہو۔"المرء یقیس علی نفسہ" انسان اپنے ہی پر دوسرے کو بھی قیاس کرتا ہے۔بے شک جاہل ہے وہ شخص جو انبیاء علیہم السلام کو یا حضور ﷺ کو اپنی طرح کا یا اپنے جیسا ایک بشر سمجھتا ہے۔جو سراسر ظلم عظیم ہے۔کیونکہ ہم سراپا خطاء کار وہ بالکل منزہ عن الخطاء۔ہم دوسرے کے لیے زحمت وہ سارے جہاں کے لیے رحمت۔ہمارا کلام ہمارے خیالات کا عکس۔ان کا فرمان سراپا وحی کہاں ذرہ کہاں آفتاب۔حضور ﷺ کا مقام بشریت انسانی فہم وادراک سے اس طرح وراء الوراء ہے جس طرح کہ آفتاب جس کو نزدیک سے دیکھنے والے کی آنکھیں چندھیا جاتی ہیں اور اس سے دور رہنے والا اس کی حقیقت وماہیت کو نہیں پہنچ سکتا۔

شہدا کی برزخی زندگی کے متعلق ارشاد باری ہوتا ہے"لا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون" یعنی جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے جائیں انہیں مردہ مت کہو وہ تو زندہ ہیں البتہ تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں سمجھ نہیں۔دوسری جگہ یہاں تک فرمایا"وھم یرزقون" کہ وہ رزق بھی دیے جاتے ہیں۔اب بتلایئے یہ انبیاء کے سچے خادموں کا حال ہے تو پھر ان کے آقاؤں کا کیا حال ہوگا۔انبیاء کا درجہ جس قدر شہدا سے بلند ہے اسی قدر ان کی برزخی زندگی بھی شہدا سے ارفع واعلیٰ ہوگی۔

اب ہم ذیل میں کتاب وسنت اور اجماع امت سے چند دلائل پیش کرتے ہیں۔جن سے حیات انبیاء کا ثبوت ملتا ہے۔"وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب"

قرآن

"ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما" (النساء: ۶۴) اور اگر وہ (منافق) جس وقت انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا اس کے بعد بھی آپ کے پاس آجاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول (یعنی آپ بھی) ان کی بخشش چاہتے تو اللہ کو معاف کرنے والا اور مہربان ہی پاتے۔

یہ آیت بے شک حضور ﷺ کے زمانہ کے منافقین کی اصلاح کے لیے نازل ہوئی تھی مگر بزرگان دین اس کے بارے میں حسب ذیل رقمطراز ہیں:

[1] میں قیامت کے دن تمام اولاد آدم کا سردار ہوں گا۔یہ کوئی فخر کی بات نہیں بلکہ حقیقت ہے۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ارشاد فرماتے ہیں۔ ''فقہاء نے بعد سلام کے وقت زیارت قبر مبارک کے شفاعت مغفرت کا عرض کرنا لکھا ہے۔ پس یہ جواز کے واسطے کافی ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۱۰۰)

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی ﷫ فرماتے ہیں۔ ''مواہب میں بسند امام ابوالمنصور صباغ اور ابن النجار اور ابن عساکر اور ابن جوزی نے محمد بن حرب ہلالی سے روایت کیا ہے کہ میں قبر مبارک کی زیارت کر کے سامنے بیٹھا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور زیارت کر کے عرض کیا کہ یا خیر الرسل! اللہ تعالیٰ نے آپ پر ایک سچی کتاب نازل فرمائی۔ جس میں ارشاد فرمایا۔ ''ولو انھم'' میں آپ کے پاس اپنے گناہوں سے استغفار کرتا ہوں اور اپنے رب کے حضور میں آپ کے وسیلے سے شفاعت چاہتا ہوں اور پھر دو شعر پڑھے۔ ان محمد بن حرب کی وفات ۲۲۸ھ میں ہوئی۔ غرض زمانہ خیر القرون کا تھا اور کسی سے اس وقت نکیر منقول نہیں پس حجت ہو گیا۔ (نشر الطیب ص ۲۱۹، ۲۲۲)

''فثبت ان حکم الایہ باق بعد وفاتہ ﷺ'' (اعلاء السنن ج ۱۰ ص ۳۳۰،۳۲۹) ثابت ہو چکا ہے کہ اس آیت کا حکم حضور ﷺ کی وفات شریف کے بعد بھی باقی ہے۔

اعرابی کی یہ حکایت تفسیر ابن کثیر اور مدارک میں بھی درج ہے اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔ ''جمیع ارباب مذاہب اربعہ کہ تصنیف مناسک حج کردہ اند، ایں حکایت را آوردہ و استحسان نمودہ و بسیارے از ائمہ اعلام با اسنادے کہ دارند روایت آں کردہ'' (جذب القلوب ص ۱۹۵) چاروں مذہب کے علماء نے جنہوں نے مناسک حج پر تصنیفات کی ہیں۔ اس حکایت کو بیان کیا ہے اور بڑے بڑے ائمہ نے اسے اپنی اپنی سندوں سے روایت کیا ہے۔

۲...... ''فلما قضینا علیہ الموت مادلھم علی موتہ الا دابۃ الارض تاکل منساتہ فلما خر تبینت الجن ان لو کانوا یعلمون الغیب مالبثوا فی العذاب المھین'' (سباء: ۱۴) پھر جب ہم نے ان پر موت کا حکم جاری کر دیا تو کسی چیز نے ان کے مرنے کا پتہ نہ بتلایا مگر گھن کے کیڑے نے کہ وہ سلیمان علیہ السلام کے عصا کو کھاتا رہا۔ سو جب وہ گر پڑے۔ جب جنات کو حقیقت معلوم ہوئی کہ اگر وہ غیب جانتے تو اس ذات کی مصیبت میں نہ رہتے۔

اس آیت میں سلیمان علیہ السلام کی وفات کا حال ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس ﷠ فرماتے ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں جنات اور انسان ملے رہتے تھے۔ اس ملنے جلنے میں جنات نے اکثر لوگوں کے دل میں یہ بات جما رکھی تھی کہ جنات کو غیب کی خبریں معلوم ہوتی رہتی ہیں۔ اس خیال کے غلط ٹھہرانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کے دنیا سے اٹھنے کی یہ صورت نکالی کہ ایک سال کے قریب وفات کے بعد بھی سلیمان علیہ السلام اپنے عبادت خانہ میں اپنا عصا ٹیکے ہوئے کھڑے رہے اور جنات سلیمان علیہ السلام کو زندہ سمجھ کر اپنے کاموں میں لگے رہے۔ پھر جب گھن کا کیڑا اس عصا کو کھا گیا تو وہ عصا اور سلیمان علیہ السلام دونوں زمین پر گر پڑے جس سے سب لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ جنات کا یہ خیال کہ انہیں غیب کی خبریں ہوتی رہتی ہیں بالکل ایک غلط خیال ہے۔ (احسن التفسیر ج ۵ ص ۲۲۷)

مندرجہ بالا بیان سے ظاہر ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنی وفات کے بعد تقریباً ایک سال کھڑے رہے۔ نہ ان کا جسم گلا سڑا نہ اس سے بدبو پیدا ہوئی بلکہ وہ جوں کا توں صحیح سالم رہا۔

کسی غیر نبی انسان کا جسم موت کے بعد چند دنوں میں گل سڑ کر تعفن پیدا کر دیتا ہے کہ اس کے پاس کھڑا ہونا مشکل ہو جاتا ہے اور ایک سال کے عرصہ میں تو اس کا نام ونشان باقی نہیں رہتا۔ خواہ قبر میں ہو خواہ قبر کے باہر۔

لہٰذا حضرت سلیمان علیہ السلام کے بدن مبارک کا موت کے بعد ایک سال تک صحیح سالم رہنا اس بات کی قرآن سے دلیل ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا بدن موت کے بعد خراب نہیں ہوتا اور نہ مٹی کھاتی ہے اور حضور ﷺ کا فرمان کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء علیہم السلام کے جسموں کا کھانا حرام کر دیا ہے۔ ''ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء'' الحدیث۔ عین قرآن کی تعلیم کے مطابق ہے۔

حدیث

درود وسلام بھیجنے والے کو حضور ﷺ کا جواب دینا

''وعن ابی ھریرۃ ﷛ قال، قال رسول اللہ ﷺ ما من احد یسلم علی الا رد اللہ روحی حتی ارد علیہ السلام'' حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو مجھ پر سلام بھیجے مگر یہ کہ اللہ میری روح کو میرے پاس بھیجتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

نواب قطب الدین محدث دہلوی ﷫ اس حدیث کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں۔ ''عقیدہ ہے اہل السنت جماعت کا کہ آنحضرت ﷺ زندہ ہیں۔ عالم برزخ میں اسی لیے حیات النبی ﷺ کہتے ہیں اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت ﷺ زندہ نہیں ہیں وقت سلام کرنے کسی کے روح بدن مبارک میں لے آتے ہیں۔ جواب اس اشکال کا یہ ہے کہ مراد روح بھیجنے سے یہ نہیں ہے کہ روح بدن مبارک میں نہیں ہے رب بھیجتے ہیں۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ روح مبارک جو مشاہدہ رب العزت میں مستغرق ہے اس کو اس حالت سے افاقت دے کر اس عالم کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ تاکہ صلوٰۃ وسلام سنے۔ پس اس توجہ اور آگاہ کرنے روح کو یوں کہا کہ بھیجتا ہے اللہ روح مجھ پر۔ والانبیاء صلوت اللہ وسلامہ علیہم زندہ ہیں قبروں میں۔'' (مظاہر حق ج ۱ ص ۲۰۶)

شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی کی فارسی (شرح مشکوٰۃ اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۴۰۷) پر بھی تقریباً یہی مضمون درج ہے۔

زمین پر انبیاء کے جسموں کا کھانا حرام ہونا

اوس بن اوس ﷛ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے تمہارے دنوں میں بہترین دن جمعہ کا ہے۔ جمعہ ہی کے دن آدم کو پیدا کیا گیا اور جمعہ ہی کے دن ان کی روح قبض کی گئی اور جمعہ ہی کے دن صور پھونکا جائے گا اور جمعہ ہی کے دن محشر ہوگا۔ یعنی تمام مخلوق کی موت۔ پس اس روز تم مجھ پر کثرت سے درود بھیجو۔ اس لیے کہ تمہارے درود میرے سامنے پیش کئے جائیں گے۔ صحابہ ﷢ نے عرض کیا یارسول اللہ! ہمارے درود آپ کے حضور میں کیونکر پیش کئے جائیں گے۔ حالانکہ آپ کی ہڈیاں بوسیدہ ہو گئی ہوں گی۔ آپ نے فرمایا۔ ''ان اللہ حرم علی الارض ان

تاکل اجساد الانبیاء " (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی، بیہقی بحوالہ مشکوٰۃ) بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے اجسام کا کھانا حرام کر دیا ہے۔

اس حدیث کی شرح میں نواب قطب الدین صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں۔" اخیر حدیث کا حاصل یہ ہے کہ زندہ ہیں انبیاء قبروں میں۔ یہ مسئلہ متفق علیہ ہے۔ کسی کو اس میں خلاف نہیں کہ حیات ان کو وہاں حقیقی جسمانی دنیا کی سی ہے نہ حیات معنوی روحانی۔ (مظاہر حق ج ۱ ص ۴۴۳)

بالکل اسی قسم کے الفاظ شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی ﷫ کے اشعۃ اللمعات میں منقول ہیں ملاحظہ ہو:" حیات انبیاء متفق علیہ است ہیچ کس را در وے خلافے نیست۔ حیات جسمانی دنیاوی حقیقی نہ معنوی روحانی۔" (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۵۷۴) حیات انبیاء کا مسئلہ متفق علیہ ہے اس میں کسی کو اختلاف نہیں۔ یہ حیات جسمانی دنیاوی حقیقی ہے نہ معنوی روحانی۔

حضور ﷺ کا قبر شریف پر پڑھنے والوں کے درود وسلام کا سننا

" وعن ابی ہریرۃ ﷜ قال، قال رسول اللہ ﷺ من صلّی علیّ عند قبری سمعتہ ومن صلّی نائیا ابلغتہ " (بیہقی، بحوالہ مشکوٰۃ) حضرت ابوہریرہ ﷜ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جو شخص میری قبر کے پاس مجھ پر درود وسلام پڑھتا ہے اس کو سنتا ہوں اور جو شخص درود بھیجے مجھ پر دور سے پہنچایا جاتا ہے وہ میرے پاس۔

شارحین حضرات نے اس حدیث کو صحیح اور سند کو جید کہا ہے۔ (فتح القدیر ج ۱ ص ۲۲۰)

کیا یہ حیرت کا مقام نہیں کہ جس حدیث کی صحت سے ہمارے سید عنایت اللہ شاہ بخاری انکار کرتے ہیں اس کی صحت کن حضرات کو تسلیم ہے۔ ان کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں۔

۱...... حافظ ابن حجر عسقلانی۔
۲...... شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ۔
۳...... ملا علی قاری۔
۴...... قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی۔
۵...... علامہ طحاوی۔
۶...... نواب صدیق حسن خان صاحب۔
۷...... شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی۔
۸...... حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی۔
۹...... مولانا خلیل احمد سہارنپوری۔
۱۰...... حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی۔ (﷫) (مقام حیات ص ۱۲۶)

دور والوں کے سلام کا پہنچایا جانا

" ان للہ ملٰئکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی من امتی السلام " (نسائی دارمی بحوالہ مشکوٰۃ) بے شک اللہ نے زمین میں سیاحین فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو میری امت کا سلام مجھے پہنچاتے رہتے ہیں۔

علامہ عزیزی لکھتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے۔ (السراج المنیر ص ۵۱۴ بحوالہ مقام حیات)

ان احادیث صحیحہ سے ثابت ہوا کہ جو شخص قبر شریف پر درود و سلام پڑھے وہ حضور ﷺ خود سنتے ہیں اور جو دور سے پڑھے اسے خدا کے مقرر کردہ سیاحین فرشتے حضور تک پہنچا دیتے ہیں۔ اس پر جمہور علمائے امت کا اتفاق ہے۔ "عن انس بن مالک ؓ قال، قال رسول اللہ ﷺ الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون" (جامع صغیر ص ۱۰۳، مصر) حضرت انس بن مالک ؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ انبیائے کرام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نمازیں بھی پڑھتے ہیں۔

چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے شب معراج حضرت موسیٰ ؑ کو اپنی قبر میں نماز پڑھتے دیکھا۔ اگرچہ وہ حضرات اس بات کے مکلف نہیں مگر یہ ذوقی ہے۔

مندرجہ بالا حدیث میں جو حیات انبیاء کی قبور شریف سے صریح نسبت بیان ہوئی ہے اس کے بعد اس وسوسہ کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں رہ جاتی کہ انبیاء کرام صرف علیین میں فائز الحیات ہیں اور ان کی حیات شریفہ کو اجسام قبر یہ سے کوئی تعلق نہیں۔ حافظ ابو یعلیٰ اور امام بیہقی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور اسے صحیح سند سے لے آنا اس کی حجت کے لیے کافی ہے۔

۱...... احیاء میں حیات کا بیان جملہ اسمیہ کے استمرار کے ساتھ ہے۔

۲...... فی قبورھم میں حیات کے عنصری جسمانی ہونے کی وضاحت ہوئی ہے۔

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنے روضہ اقدس میں اپنے جسد عنصری کے ساتھ فائز الحیات ہیں۔

صدیق اکبر ؓ کا اعتقاد

آنحضرت ﷺ کی وفات پر حضرت ابوبکر صدیق ؓ موجود نہ تھے۔ حضرت عمر فاروق ؓ نے کہا "ما مات رسول اللہ ﷺ" تلوار نکال لی اور فرمایا جس کسی نے حضور ﷺ کی وفات کا نام لیا۔ اس کا سر تن سے جدا ہوگا اتنے میں حضرت ابوبکر ؓ صدیق مقام سنح سے تشریف لائے عمر ؓ کی یہ حالت دیکھ کر سیدھے اندر چلے گئے۔ آپ کے چہرہ مبارک سے چادر اٹھائی بوسہ دیا اور فرمایا۔ "بابی انت و امی طبت حیا و میتا والذی نفسی بیدہ لا یذیقک اللہ الموتتین ابدا" (بخاری) "اما الموتۃ التی کتب اللہ علیک فقد متھا" (بخاری کتاب الجنائز) میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ حیات و موت دونوں کیفیتوں میں کیسے پاکیزہ ہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اللہ تعالیٰ آپ کو دو موتوں کا ذائقہ کبھی نہ چکھائے گا۔ جو موت اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے لکھی تھی وہ آپ پر وارد ہو چکی۔

ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں۔ "واللہ لا یجمع اللہ علیک موتتین" اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں کبھی جمع نہ کرے گا۔ (بخاری کتاب المغازی)

اس جملہ بلیغہ کا مطلب یقیناً وہی ہے۔ جو شیخ الاسلام علامہ عینی ﷫ نے بیان فرمایا ہے۔ "یعنی دو موتوں سے مراد ایک اس دنیا کی موت اور دوسری قبر کی موت ہے اور یہ دونوں موتیں تعلیمات اسلام میں معروف ہیں اور

اسی لیے انہیں معرفہ ذکر کیا گیا ہے۔ یہ دونوں موتیں انبیاء کے سواء باقی ہر ایک انسان کو پیش آتی ہیں۔ انبیاء کو اپنی قبور میں پھر دوسری موت نہیں آتی۔ بلکہ وہ وہاں زندہ رہتے ہیں۔ ان کے علاوہ باقی عام لوگوں پر) سوال وجواب کے بعد پھر قبر میں وردو موت ہوتا ہے۔ اس کے بعد انہیں زندگی قیامت کو ملتی ہے۔ اہل سنت والجماعت کا مذہب یہی ہے کہ ماسوا انبیاء کے باقی سب کے لیے قبر میں موت وحیات دونوں ہیں۔ پس ہر کسی نے دو موتوں کا ذائقہ چکھنا ہے۔ (عینی شرح بخاری ج ۸ ص ۶۰۰ مصر بحوالہ مقام حیات ص ۱۷۱)

فتح الباری میں ہے کہ ''آنحضرت ﷺ کو اپنی قبر شریف میں ایسی حیات دائمہ حاصل ہو چکی ہے کہ اب اس کے بعد پھر کبھی وردو موت نہ ہوگا اور انبیائے کرام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔'' (مقام حیات ص ۱۷۲)

لہذا حضرت ابوبکر صدیق ﷜ کا عقیدہ تھا کہ حضور ﷺ اور تمام انبیاء کرام عالم برزخ میں زندہ ہوتے ہیں۔ باقی عام مسلمان منکر ونکیر کے سوالات کے لیے اپنی اپنی قبروں میں زندہ کیے جاتے ہیں اور پھر ان پر دوبار وردو موت ہوتا ہے۔''

فاروق اعظم ﷜ کا عقیدہ

صحیح بخاری میں ہے کہ سائب بن یزید ﷜ کہتے ہیں کہ میں مسجد میں کھڑا تھا کہ کسی شخص نے میرے کنکری ماری۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہ حضرت عمر ﷜ ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ جاؤ ان دونوں شخصوں کو میرے پاس لے آؤ۔ میں انہیں آپ کے پاس لے آیا۔ آپ نے ان سے پوچھا تم کن لوگوں میں سے ہو۔ یا تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ انہوں نے کہا۔ ہم اہل طائف میں سے ہیں۔ اس پر حضرت عمر ﷜ نے فرمایا۔ ''اگر تم اہل مدینہ میں سے ہوتے تو میں تمہیں سزا دیتا اس لیے کہ تم مسجد نبی ﷺ میں جس کے سامنے حضور ﷺ کا روضہ اقدس ہے۔ اپنی آواز بلند کر رہے ہو۔''

جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ جس طرح آپ کی زندگی میں حکم تھا کہ حضور ﷺ کی آواز سے اپنی آواز بلند مت کرو۔ ورنہ تمہارے اعمال برباد کر دیئے جائیں گے اور تمہیں پتہ بھی نہ ہوگا۔ اسی طرح چونکہ حضور ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں تو آپ کی قبر پر بھی آواز بلند نہ کی جائے۔

یہی نظریہ اور ایمان ہے حضرت عائشہ صدیقہ ﷞ اور اکابر صحابہ کا۔ حضرت عثمان ﷜ اور حضرت علی ﷜ سے بھی ہم چو قسم خیالات کا اظہار ثابت ہے۔ غرض یہ کہ صحابہ، تابعین، ائمہ دین، حضرات مفسرین ومحدثین اس کثرت سے اس کے قائل ہیں کہ حق کو تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں۔

اجماع

محدث کبیر علامہ سخاوی ﷫ جو حافظ ابن حجر عسقلانی کے شاگرد رشید ہیں۔ فرماتے ہیں۔ ''نحن نؤمن نصدق بانہ ﷺ حی یرزق فی قبرہ وان جسدہ الشریف لا تاکلہ الارض والاجماع علی ھذا''

(القول البدیع ص ۱۲۵ بحوالہ مقام حیات ص ۲۱۴)

ترجمہ: ہمارا ایمان ہے اور ہم اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں۔ آپ کو وہاں رزق بھی ملتا ہے اور آپ کے جسد اطہر کو مٹی نہیں کھاتی اور اس عقیدے پر سب اہل حق کا اجماع ہے۔

مختلف الفاظ میں یہی مضمون علامہ (عینی سے شرح بخاری ج ۷ ص ۱۰۱) پر شیخ عبدالحق محدث دہلوی ﷫ سے (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۶۱۳) پر اور نواب قطب الدین محدث دہلوی ﷫ سے (مظاہر حق ج ۱ ص ۴۴۵) پر مذکور ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ اس عقیدہ پر جمہور علماء اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے۔

ایک تاریخی واقعہ

تاریخ میں ایک مشہور واقعہ ہے کہ سلطان نورالدین شہید محمد بن زنگی ﷫ (شاہ مصر ۵۵۷ھ) ایک رات سرور انبیاء حضور ﷺ کو تین بار خواب میں دیکھا کہ وہ سامنے کھڑے دو شخصوں کی طرف اشارہ کر کے فرما رہے ہیں۔ "جلدی پہنچو اور مجھے ان دو شخصوں سے شر سے محفوظ کرو۔" سلطان نے اپنی فراست سے معلوم کر لیا کہ مدینہ منورہ میں کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش آرہا ہے۔ سلطان مذکور اس وقت رات کے آخری حصے میں اپنے بیس خاص آدمیوں کے ساتھ بہت سا مال ساتھ لے کر مدینہ منورہ کی طرف چل پڑا اور سولہ دنوں میں شام سے مدینہ منورہ پہنچا۔ (جذب القلوب ص ۱۱۱، ومدارج النبوۃ ج ۲ ص ۹۰۵)

آخر کار پتہ چلا کہ دو انگریز جو بظاہر بہت پرہیزگار اور عبادت گزار بنے ہوئے تھے روضہ اطہر کے قریب ایک مسافر خانہ میں مقیم ہو کر سرنگ کے ذریعے قبر منور تک پہنچنے کی کوشش کر رہے ہیں انہیں عیسائی بادشاہ نے اس ناپاک پروگرام کے ساتھ بھیجا ہوا تھا کہ جسد اطہر کو وہاں سے منتقل کر لیا جائے۔ یہ لوگ حاجی بن کر حرم میں داخل ہوئے تھے۔

جس رات وہ روضہ اطہر کے قریب پہنچنے والے تھے۔ ابر وباراں اور رعد و برق کا ظہور ہوا۔ زمین کانپنے لگی اور صبح سلطان نورالدین زنگی مدینہ منورہ میں حاضر ہو گیا۔ سلطان کی آنکھیں اشکبار تھیں اور ایک عجیب کیفیت طاری تھی۔ سلطان نے حکم دیا کہ سب آدمی یہاں سے گزریں۔ مگر وہ دونوں نہ آئے۔ سلطان کو زیادہ تشویش ہوئی کہ حضور ﷺ کا فرمان غلط نہیں ہو سکتا۔ کسی نے کہا کہ یہاں نزدیک مسافر خانہ میں دو حاجی نہایت عابد اور پرہیزگار رہتے ہیں۔ وہ شاید نہیں آئے جب انہیں طلب کیا گیا تو سلطان نے پہچان لیا۔ بالآخر وہ ملعون فریب کار قتل کر دیے گئے اور سلطان عادل نے حجرہ شریفہ کے گرد خندق کھدوا کر ایک سیسہ پلائی دیوار بنا دی تا کہ جسد اطہر تک پھر کسی کی رسائی نہ ہو سکے۔ شیخ عبدالحق محدث ﷫ ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ اس قصہ کو جمیع مورخان مدینہ نے ذکر کیا ہے۔ (جذب القلوب ص ۱۹۰)

کشف ولی اللہ

عربی زبان کا ایک مشہور مقولہ ہے۔ "المرء یقیس علی نفسہ" کہ آدمی اپنے ہی نفس پر دوسروں کو بھی قیاس کرتا ہے۔ حالانکہ دنیا میں انسان اپنی جسمانی و روحانی قوت میں ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہے۔ اسی

طرح دماغی حالت بھی یکساں نہیں کوئی کند ذہن ہے کہ عمر بھر چند کلمات بھی حفظ نہیں کر سکتا اور کسی کا حافظہ اس قدر قوی ہے کہ چند ماہ میں پورا قرآن حفظ کر لیتا ہے اور اسے کوئی چیز بھولتی ہی نہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی مجلس میں ایک آدمی نے ستر شعروں کا ایک طویل قصیدہ پڑھا۔ اس کے چلے جانے کے بعد ایک شعر کے متعلق تذکرہ ہوا۔ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے شعر پڑھ دیا۔ ایک شخص جس کا حافظہ کمزور تھا کہہ اٹھا کہ پہلی دفعہ آپ کو سارا شعر یاد ہو گیا۔ اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ستر شعروں کا تمام قصیدہ پڑھ کر سنا دیا۔ اسی طرح ایک ولی اللہ ہے جس سے بے شمار کشف وکرامات کا ظہور ہوتا رہتا ہے۔ لیکن ایک عام آدمی بیچارہ کیا جانے کہ کشف وکرامات کیا بلا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض نادانوں نے جن کے اپنے حافظے کمزور تھے۔ انہوں نے حضرات محدثین کے حافظوں کو بھی اپنے جیسا سمجھ کر ان کے تسلیم کرنے کو محال جان کر سراسر انکار کر دیا اور دفتر حدیث کے منکر بن بیٹھے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ان حضرات کے حافظے بہت قوی تھے اور جن حضرات کی نسبت کشف وکرامات مشہور ہیں وہ بھی بلاشبہ حق ہے ؎

کار پاکاں از قیاس خود مگیر　　ز انکہ ے ماند نوشتن شیر و شیر

اب ہم ایک عارف باللہ کا کشف ذیل میں درج کرتے ہیں جس کا اس مضمون سے گہرا تعلق ہے۔ چنانچہ قاری محمد طیب صاحب فرماتے ہیں کہ: ''سرور عالم ہر آن مشاہدہ جمال الٰہی میں بھی مستغرق رہتے ہیں اور امت کی طرف بھی آپ کی توجہ ہر لحظہ مبذول رہتی ہے۔ نہ یہ استغراق توجہ میں مانع ہوتا ہے نہ توجہ استغراق میں[1]'' یہی وجہ ہے کہ جب امت کا ایک عارف کامل حالت کشف میں اپنے محبوب کے جمال جہاں آراء کے دیدار سے مشرف ہوا تو اس نے سرور دو عالم ﷺ کو اس حال میں پایا۔

''میں نے سرور عالم ﷺ کو اس حال میں دیکھا کہ آپ بندگان الٰہی کی طرف متوجہ تھے۔ پوری توجہ کے ساتھ عظمت و بڑائی کا لباس آپ کے زیب تن تھا۔ جب کوئی خدا کا بندہ ذوق و شوق کے ساتھ آپ کی طرف متوجہ ہوا تو میں نے دیکھا کہ سرور عالم ﷺ اس سے قریب تر ہو گئے اور میں نے دیکھا کہ جس شخص نے حضور ﷺ پر درود و سلام بھیجا اور آپ کی تعریف کی تو آپ اس سے بہت زیادہ خوش ہوئے۔'' (فیوض الحرمین ص ۲۳)

یہ کشف ہے ان کا جو عارفوں کے امام اور محدثین کے سردار تھے۔ یعنی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جسے انہوں نے اپنی مشہور کتاب (فیوض الحرمین) میں ذکر کیا ہے ایک اور واقعہ عرض کرتا ہوں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مدینہ میں خطبہ دے رہے تھے کہ یکدم فرماتے ہیں: ''یا ساریۃ الجبل'' اے ساریہ! پہاڑ کی طرف ہو جاؤ۔ حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ مدینہ سے سینکڑوں میل دور جہاد میں معروف ہیں آپ انہیں دیکھ لیتے ہیں اور حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز سن لیتے ہیں اور ان کی ہدایت پر عمل کرتے ہیں اور خدا انہیں کامیاب کرتا ہے۔ یہ ہیں ولی اللہ کے کشف وکرامات۔ انہیں عام آدمی کیا سمجھے۔ لیکن یہ واقعات بالکل درست ہیں اور ان کی صحت پر ہمارا ایمان ہے اور اس پر تاریخ گواہ ہے۔

[1] اس بیان سے پہلی حدیث کی اور وضاحت ہو جاتی ہے۔

فتویٰ دیو بند

اکابر حضرات دیو بند کا بھی یہی عقیدہ ہے جو اوپر تحریر کیا گیا ہے۔ البتہ آخر میں ہم سید مہدی حسن صاحب مفتی دارالعلوم دیو بند کے فتویٰ سے چند سطور ذیل میں تحریر کرتے ہیں۔

چنانچہ آپ فرماتے ہیں: ''آنحضرت ﷺ اپنے مزار پاک میں بجسدہ موجود ہیں اور حیات ہیں۔ آپ کے مزار کے پاس کھڑے ہوکر جو سلام کرتا ہے اور درود پڑھتا ہے آپ خود سنتے اور سلام کا جواب دیتے ہیں۔ ہمارے کان نہیں کہ سن سکیں۔ آپ اپنے مزار میں حیات ہیں۔ مزار مبارک کے ساتھ آپ کا خصوصی تعلق بجسدہ و روحہ ہے۔ جو اس کے خلاف کہتا ہے غلط کہتا ہے۔ وہ بدعتی ہے۔ خراب عقیدہ والا ہے۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔''

کتبہ السید مہدی حسن مفتی دارالعلوم دیو بند

۱۳ / مئی ۷۲ ۱۳ھ

حرف آخر

حیات الانبیاء فی القبور اگرچہ اجماعی مسئلہ ہے۔ پھر بھی ہم نے قرآن وحدیث کی کچھ روشنی میں اور اجماع امت کے صحیح اور متفقہ فیصلوں سے نیز جمہور علمائے امت اہل سنت والجماعت کے بلند مرتبہ، حضرات کے صریح بیانات اور مذاہب اربعہ کی تصریحات سے حتی کہ تاریخی واقعات کی شہادت عظمیٰ سے بلکہ اولیاء اللہ کے کشف وکرامات سے اس مسئلہ کو اظہر من الشمس کر دیا ہے۔ پھر بھی اگر اسے کوئی شپرہ چشم نہ دیکھ سکے نہ مانے اور نہ سمجھ سکے تو ہمارا کیا قصور؟

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمہ آفتاب را چہ گناہ

